ایمان کی حقیقت

ایمان کامل

مولانا بدر عالم میرٹھی

ایمان کی حقیقت کے عنوان سے تصدیق باللسان اور تصدیق القلب پر مولانا بدر عالم میرٹھی کی دو تحریریں ستمبر ۹۴ اور اکتوبر ۹۴ کے شماروں میں پیش کی گئی تھیں۔ اس سلسلہ کی یہ تیسری تحریر 'ایمان کامل' ہے۔

ایمان کا لفظی اور ذہنی وجود جب رسوخ و پختگی اختیار کر لیتا ہے' تو پھر یہی ایمان' جو اس منزل تک صرف ایک معنی تھا' اب رفتہ رفتہ شکل و صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔

ارباب حقائق کے نزدیک تو معانی کا تجسد' ثابت شدہ حقیقت ہے۔ موجودہ تحقیقات کے مطابق بھی آج وزن' جو درحقیقت مادہ کی صفت تھی' حرارت کے لیے ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے وزن کے لیے ایک مقیاس الحرارت بھی تیار کر لیا گیا ہے' اور اب بآسانی ہر شخص اپنی حرارت کا وزن کر سکتا ہے۔ اسی طرح آواز کو مدت تک ایک معنی تصور کیا گیا تھا جو ہوا سے آتی اور فنا ہو جاتی ہے۔ مگر حال کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عالم کی پیدائش سے لے کر آج تک جتنی اصوات' اس فضا میں نکلی ہیں' وہ سب کی سب محفوظ و موجود ہیں' اور ان سے استفادہ کی سعی ہنوز جاری ہے۔ ریڈیو کی محیر العقول ایجاد کی بنیاد یہی جدید انکشاف ہے۔ یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ تحقیقات عصریہ' باوجود اس تمام جدوجہد کے' اب تک اس مقام تک نہیں پہنچ سکیں' جہاں ہمارے ارباب حقائق کی نظریں آج سے سیکڑوں برس پیشتر پہنچ چکی تھیں۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں اصوات کے صرف وجود کی تصریح نہیں کرتے' بلکہ اس سے بڑھ کر ان کی صورتوں کے بھی قائل ہیں۔ اور یہ بھی کسی دلیل سے نہیں' بلکہ اپنے چشم دید مشاہدہ سے۔ دیکھیے سائنس اپنی برق رفتاری کے باوجود کب اس مقام تک پہنچتی ہے۔

اسی طرح ایمان بھی ابتداً گو تصدیق قلبی کا نام ہے، مگر یہ تصدیق، اعمالِ صالحہ کی آبیاری سے نشوونما پاکر، ایک نور کی سی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہی نور، ایمان کا وجودِ عینی کہلاتا ہے۔ حضرت لقمان کی وصیت میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا، اے بیٹے، جس طرح کھیتی بلا آبیاری کے سرسبز نہیں ہو سکتی، اسی طرح ایمان، بلا علم و عمل کے، پختہ نہیں ہو سکتا۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی اور امام ابو عبید اور امام اصفہانی نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ پہلے ایمان ایک سفید نقطہ کی شکل پر قلب میں نمودار ہوتا ہے، اور جتنا ایمان بڑھتا جاتا ہے، اسی قدر یہ نقطہ پھیلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ایمان مکمل ہو جاتا ہے تو سارا قلب سفید ہو جاتا ہے۔ یہی حال نفاق کا ہے کہ پہلے سیاہ نقطہ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور بالآخر تمام قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم، اگر تم ایک مومن کا قلب نکال کر دیکھو تو بالکل سفید پاؤ گے، اور ایک منافق کا قلب دیکھو تو بالکل سیاہ دیکھو گے۔ لیکن معانی کے اس تجسد کے مشاہدہ کے لیے وہی تیز آنکھیں درکار ہیں جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے: فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (ق ۵۰: ۲۲) آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک شق کیا گیا تھا، تو ایک سنہری طشت، ایمان و حکمت سے لبریز، لایا گیا، اور اسے آپؐ کے سینۂ مبارک میں لوٹ دیا گیا تھا۔ عجب نہیں کہ اس سے مراد ایمان کا یہی وجودِ عینی ہو۔ انبیاؑ کے کمالات، اکتساب کا ثمرہ نہیں ہوتے، بلکہ قدرت اسی طرح ان کے منازلِ کمالات خود طے کرا دیتی ہے۔

یہ نورِ تصدیق جس قدر رسوخ پیدا کرتا جاتا ہے اتنا ہی خواہشاتِ نفسانیہ کے حجابات اٹھتے جاتے ہیں۔ اور جیسے جیسے یہ حجابات اٹھتے جاتے ہیں، اسی قدر یہ نور اور منبسط ہوتا جاتا اور پھیلتا جاتا ہے، شدہ شدہ یہاں تک پھیل جاتا ہے کہ انسان کے تمام جوارح کا احاطہ کر لیتا ہے۔ اور یہ مومن گویا خود ایمان مجسم بن جاتا ہے، جسے دیکھ کر بے ساختہ خدا یاد آنے لگتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ اور اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، "کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بہتر بندے وہ لوگ ہیں کہ جب ان پر نظر پڑے، تو خدا یاد آ جائے۔

اس نور کی وسعت کی بقدر، اوامر الٰہیہ کے امتثال اور محظوراتِ شرعیہ سے اجتناب کا جذبہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اخلاقِ رذیلہ زائل ہو جاتے ہیں اور اخلاقِ فاضلہ اس کی جگہ لے لیتے ہیں اور قلب کو وہ وسعت میسر آ جاتی ہے کہ سارا عالم اس کے پہلو میں، مثل ایک نقطہ کے نظر آنے لگتا ہے۔ کیوں نہ ہو، کہ مومن کا یہ وہ قلب ہے، جو اس کے پروردگار کی تجلی گاہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (الزمر ۳۹: ۲۲) بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے لیے کھول دیا' سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہے

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (الانعام ۶: ۱۲۵) جس کسی کی ہدایت کا اللہ ارادہ کرتا ہے' اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔

یہ شرح صدر بھی گو ایک معنی ہیں' جس کا مطلب صرف اسلام کا فراخ دلی سے بلاپس و پیش قبول کر لینا سمجھا جا سکتا ہے۔ مگر اس معنی کا بھی ایک وجود عینی ہے۔ وہ صرف یہ معنوی فراخی نہیں' بلکہ وہ وسعت ہے جو مومن کامل اپنے قلب میں 'حساً بھی' مشاہدہ کرتا ہے۔ اب حضرت رسالت کے حق میں شرح صدر کا جو مصداق ہو سکتا ہے' اس کا خود اندازہ کر لو۔ قرآن امتنان کے لہجہ میں فرماتا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (الم نشرح ۹۴: ۱) (اے نبیؐ) کیا ہم نے تمھارا سینہ تمھارے لیے کھول نہیں دیا۔

وجود عینی کی علامات

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جب نور یقین قلب میں داخل ہوتا ہے "تو اس میں ایک فراخی اور کشادگی نمودار ہو جاتی ہے"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ' اس کی کچھ علامات بیان فرمایئے۔ ارشاد ہوا" اس کی تین علامتیں ہیں: ۱۔ آخرت کی طرف میلان ۲۔ دنیا سے نفرت' اور یکسوئی اور ۳۔ موت سے پیشتر اس کی تیاری۔

یہ ہے ایمان کا وجود عینی۔ یہی دعوت انبیا علیہم السلام کا مقصد ہے' اور اسی پر نجات مطلقہ یعنی بلاعذاب' اور فلاح ابدی کا مدار ہے۔ اس ایمان کے بعد مومن کے کان "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ" کی پرکیف صدا سننے لگتے ہیں۔ اس مومن کو اگر جلا کر خاک بھی کر دیا جائے' اس کے جسم و جان کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے تو بھی اس کے ذرہ ذرہ سے اسی ایمان کی صدا بلند ہوگی۔ یہ ایمان صرف ذہنی اور عقلی نہیں رہتا بلکہ دیگر محسوسات کی طرح' محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کا نور آنکھیں دیکھتی ہیں۔

سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح ۴۸: ۲۹) سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔

قلب اس کی حلاوت اور شیرینی اس طرح محسوس کرنے لگتا ہے جیسا کہ زبان مٹھائی کی۔ یہ ایمان فطرت انسانی کا ایک مقتضا بن جاتا ہے اور جس طرح فطری خصائل زوال پذیر نہیں ہوتے' اسی طرح یہ ایمان بھی' زوال کے خطرہ سے' بڑی حد تک مامون رہتا ہے۔

ہرقل، جو بہت بڑا عالم کتاب تھا، اسی وجودِ عینی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس نے اپنے دوران مکالمہ میں ایک سوال ابوسفیان سے یہ بھی کیا تھا، کہ اس پر ایمان لا کر کیا کوئی شخص مرتد ہوتا ہے۔ اس پر، ہزار عداوت کے باوجود، جو جواب ابوسفیان کی زبان سے نکلا، وہ صرف نفی محض میں تھا۔ یہ سن کر ہرقل نے جو کلمات کہے، اس کی علمی گہرائی کا خوب پتا دیتے ہیں۔

یعنی ایمان ایسی ہی چیز ہے، کہ جب اس کی بشاشت اور تراوٹ دلوں میں رچ جاتی ہے، تو پھر نکلا نہیں کرتا۔

یہ ایمان کے وجودِ عینی ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی کا نام ایمان کامل ہے۔ اسی کو معرفت بھی کہا جاتا ہے۔ علوم ابتدا میں صرف علوم رہتے ہیں مگر کچھ رسوخ کے بعد قلب میں اپنا ایک رنگ پیدا کر دیتے ہیں جس کے بعد قلب میں لطف اندوزی یا انقباض کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس وقت ان کا نام حال ہو جاتا ہے۔ پھر اگر ترقی کر کے یہ رنگ اور رسوخ اور پختگی اختیار کر لیتا ہے، تو اسی کا نام معرفت بن جاتا ہے، اور اسی کو مرتبہ احسان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ علوم کی انتہائی معراج ہے۔ پھر اس معرفت میں بے نہایت مراتب و مدارج ہیں، اور ان ہی مراتب کے لحاظ سے مومنین کا تفاضل ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات ۴۹: ۱۳) درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

زندہ سلگتے ہوئے موضوعات پر
منشورات کے ۳۵ کتابچے دعوتی اور تحریکی ضرورت کو پورا کرتے ہیں

رمضان کی مناسبت سے خرم مراد کے کتابچے
تفصیل اور معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

منشورات منصورہ ملتان روڈ لاہور ۵۴۵۷۰
فیکس: ۰۴۲/۷۸۴۱۹۲